یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نصرانیوں اور یہودیوں کو اپنے دور میں احکامات الٰہیہ کے تحت نظام حکومت چلانے کا حکم فرمایا۔ اگر خود ساختہ نظام سیاست انسانیت کے لیے صالح ہوسکتا، تو انسانوں کو ہر دور میں مناسب نظام وضع کرنے کا حکم فرماتے، مگر ایسا حکم ہرگز صادر نہیں ہوا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿وکیف یحکمونک وعندھم التوراۃ فیھا حکم اللہ ثم یتولون من بعد ذلک ومآ أولٰئک بالمؤمنین ۞﴾ [المائدۃ ٤٣.] ''اور (قابل تعجب یہ ہے کہ) وہ لوگ تجھ سے کیوں فیصلہ کرانا چاہیں گے؛ حالانکہ ان کے پاس تو خود توریت ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کا حکم موجود ہے، پھر اس کے بعد بھی وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ اور اصل بات یہ ہے کہ ان میں ایمان نہیں ہے۔''

۞ مذکورہ فرمان الٰہی سے معلوم ہوتا ہے کہ تورات کے ماننے والوں کو تورات پر عمل کرنا واجب تھا؛ مگر انہوں نے احکام الٰہی میں من مانی تحریف، تبدیل اور تغییر کیا۔ جیسا کہ آیت مذکورہ کے شان نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں نے آیت زنا کو تبدیل کر کے سنگ ساری کی جگہ کوڑے مارنے اور منہ کالا کر کے گھمانے کا قانون بنایا تھا۔ اور اس وقت یورپ کا قانون یہ ہے کہ رضامندی سے جو بھی کرے اور جہاں بھی بدکاری کرے، کھلی چھوٹ ہے۔ ہاں باعث جرم تو یہ ہے کہ کوئی اس بدکاری کو معیوب جانے اور معتوب کرے۔ وہ قابل مؤاخذہ ہے، کیونکہ اس نے ''انسانی آزادی'' پر تنقید کی ہے......!

اسی طرح موجودہ دور کے عیسائی اور یہودی نظام الٰہی کے مقابلے میں جمہوری قانون وضع کر کے پوری دنیا کو مادر پدر آزاد معاشرے میں بدلنا چاہتے ہیں، اور تورات کے احکامات کے ساتھ کھلی بغاوت پر اتر آئے ہیں۔ تورات سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إنآ انزلنا التوراۃ فیھا ھدی ونور یحکم بھا النبیون الذین أسلموا للذین ھادوا﴾ [المائدۃ ٤٤] ''بے شک ہم نے توریت اتاری، جس میں ہدایت اور روشنی ہے، اللہ کے تابعدار پیغمبر یہودیوں کو اسی کے مطابق حکم دیتے رہے۔''

رسالت محمدیہ علیہ الصلاۃ والسلام سے پہلے نصرانیوں کو بھی اللہ کا حکم یہی تھا: ﴿ولیحکم أھل الإنجیل بما أنزل اللہ فیہ ومن لم یحکم بمآ أنزل اللہ فاؤلٰئک ھم الفسقون ۞﴾ [المائدۃ ٤٧] ''اور انجیل والوں کو بھی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ انجیل میں نازل فرمایا ہے، اسی کے مطابق فیصلہ کریں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہی فاسق وفاجر ہیں۔

۞۞۞۞

الحکمة ضالة المؤمن

خامہ تبصرہ کی خامیوں پر تبصرہ

جناب ڈاکٹر اسماعیل محمد امین صاحب حفظہ اللہ

مدیر مجلہ التراث نے اسلام آباد راولپنڈی میں سرگرم داعی الی الحق، عصر حاضر کے مایہ ناز عالم دین، محقق، خطیب اور مصنف کتب کثیرہ جناب علامہ پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی صاحب - حفظہ اللہ تعالی - کے حکم پر آپ کی دو عظیم الشان کتابوں (**نماز باجماعت کی اہمیت**) اور (**مسائل عیدین**) پر اس آرزو کے ساتھ تبصرہ کیا تھا کہ راقم کی کچھ آراء صحیح ہوں گی جنہیں شرفِ قبولیت حاصل ہوگا۔ اور کچھ غلط ہوں گی جن پر مدلل سرزنش کے ذریعے پدرانہ شفقت کی جائے گی۔

جناب علامہ صاحب نے عدیم الفرصتی کے باعث ذرا تاخیر سے اپنے شاگردِ عزیز ڈاکٹر اسماعیل محمد امین کی زبانی یہ مشفقانہ تبصرہ ارسال فرمایا ہے، جسے ہم انتہائی شکرگزاری کے ساتھ ہدیہ قارئین کر رہے ہیں:

عمومی ملاحظہ:

اجتہادی مسائل، حسن ترتیب اور انتخابِ الفاظ جیسے معمولی نکات پر تبصرہ نگار کو اپنے خیالات کا اظہار "رائے" یا "تجویز" جیسے کسی ہلکے عنوان کے ساتھ پیش کرنا چاہیے تھا۔ خاص طور پر جب اختلافی مسائل میں تبصرہ نگار کی ترجیح درست نہ ہو۔ "**ملاحظہ**" جیسے بھاری لفظ کا اطلاق صرف ایسے ٹھوس علمی مسائل پر کرنا چاہیے، جن میں تبصرہ نگار کے پاس صحیح و صریح دلیل شرعی موجود ہو۔☆

خصوصی ملاحظات:

(ا) نماز باجماعت کی اہمیت [التراث 40/49-53]

{1}: حدیث "ان اللہ وملائکته یصلون علی میامن الصفوف" یہ تمام صفوں میں سے صرف دائیں جانب کی فضیلت نہیں، جیسے کہ تبصرہ نگار نے سمجھا، بلکہ ہر صف میں سے بائیں کے مقابلے میں دائیں کی فضیلت ہے۔

☆ مثلاً عید الاضحیٰ میں تکبیرات پڑھنے کی دلیل: عن أم عطیةؓ قالت: " کنا نؤمر بالخروج فی العیدین والمخبأة والبکر، قالت: الحیض یخرجن فیکن خلف الناس یکبرن مع الناس." [صحیح مسلم کتاب العیدین حدیث: ۱۱ مع المنهاج ۱۷۹/۶]

{2}: باجماعت نماز کو انفرادی نماز پر ستائیس گنا فضیلت کو متأخر باور کر کے ترجیح دینے سے پچیس گنا والی حدیث کا متقدم ہونا لازم آتا ہے؛ جبکہ تقدیم وتأخیر بھی دلیل قوی کے بغیر ثابت نہیں ہوتا۔

{3}: سات عذر پیش کیے جانے کے باوجود ترکِ جماعت کی اجازت نہ ملنا۔

ارشاد ہے: حدیث عتبان ﷺ میں ''بارش'' کی وجہ سے مسجد تک جانے کی دشواری کا عذر ہے، جو کہ حدیث ابن ام مکتوم ﷺ میں نہیں ہے۔اور بارش کا عذر تو شرعاً قابل قبول ہے اور اس کے لیے رعایت بھی ثابت ہے۔ نیز حدیث ابن ام مکتوم ﷺ سے بہت سے علمائے سلفؒ نے ''وجوبِ نماز باجماعت'' کا استدلال کیا ہے۔

{5}: باجماعت نماز رہ جانے کے باوجود مسجد جانے کی فضیلت میں دلیل درست ہے۔

(ب) مسائل عیدین [التراث 42/57-61]

واجب الاحترام علامہ ڈاکٹر فضل الٰہی صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

{1}: ''روایت کرنا'' کی نسبت ''روایت نقل کرنا، روایت بیان کرنا'' کی تعبیر زیادہ حسین ودلنشین ہے۔ پھر لفظ ''روایت'' (سند) کے معنی میں ہے۔ جبکہ بغیر سند حدیث لانے کو ''حدیث ذکر کیا'' جیسے الفاظ سے بیان کیا جاتا ہے، اس موقع پر ''روایت'' کا لفظ لانا ہی درست نہیں۔

{2}: ''قد كانت تخرج الكعاب من خدرها لرسول الله ﷺ......'' کا ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ کی جوان عورتیں......'' ہی درست ہے۔ ممکن ہے کہ زینبؓ کے علاوہ بعض اور سوتیلی بیٹیاں بھی موجود ہوں۔

{3}: متأخر علماء کا قول پہلے اور صحابی کا قول بعد میں ذکر کیا جانا ہرگز قابل ملاحظہ بات نہیں ہے۔ (یعنی ترتیب نزولی اور صعودی دونوں یکساں مستعمل ہیں۔) جیسے فرمانِ الٰہی: ﴿لا يستوى الخبيث والطيب﴾ [المائدة ۱۰۰]

{4}: اصل یہی ہے کہ لوگ اپنے اپنے انداز میں تکبیرات پڑھیں۔ لہٰذا یہی درست ہے؛ کیونکہ اس کے الفاظ مختلف بھی ہو سکتے ہیں۔ نیز بے عملی کا دور یہ تقاضا نہیں کرتا کہ کسی شرعی مسئلے کو نظر انداز کیا جائے۔

{6}: ''حتى نخرج البكر من خدرها'' کے ترجمے میں تبصرہ نگار کی تجویز درست ہے۔

{7}: ''تمام غير قصر'' کے ترجمے میں بھی تجویز قابل قبول ہے۔

{8}: بدشگونی کی نفی پر تفصیلی دلائل دینا اس کتاب کا موضوع نہیں ہے۔